

سستی اور کاہلی

ایک تعارف "ایک جائزہ"

محمد بشیر جمہ

آپ نے وہ واقعہ ضرور سنا ہو گا کہ ایک بچے نے انسان کی تصویر درست جوڑ کر دنیا کا بگڑا ہوا نقشہ ٹھیک کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو، اور جس قسم کی بھی اصلاح چاہتا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرے اور اپنی ذات کی تنظیم کی طرف توجہ دے۔ ہمارے گھروں کا، ہمارے دفتروں کا، ہمارے محلوں اور علاقوں کا، ہمارے معاشرے کا اور زندگی کے جن جن معاملات سے ہمارا تعلق ہے، وہاں کا نقشہ بگڑا ہوا ہے۔ اس نقشے کی درستی کے لیے ضروری ہے کہ ہم انسان کی تصویر کو ٹھیک کریں۔ یہ انسان کی تصویر درحقیقت میری اور آپ کی تصویر ہے۔ یہ بکھری پڑی ہے، اسے جوڑنا ضروری ہے۔ ہم اپنے ماحول کی اصلاح اور حالات کی درستی کی کوشش کرتے ہیں تاکہ نقشہ ٹھیک ہو جائے لیکن ہم کامیاب نہیں ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے، تصویر بکھری ہوئی ہے۔ تصویر اس لیے بکھری ہوئی ہے کہ:

☆ ہمارے ارلوند اور عزائم ضعیف ہو چکے ہیں۔ ☆ ہماری طبیعت میں سستی اور کاہلی آگئی ہے۔ ☆ ہمارے معاملات میں تسلل پیدا ہو گیا ہے۔ ☆ ہم آج کے کام کو کل پر ٹالتے ہیں۔ ☆ ہم "پھر کبھی" کا شعار ہیں۔ ☆ فیصلوں میں اتنی تاخیر ہوتی ہے کہ بس نکل جاتی ہے، ٹرین چھوٹ جاتی اور فلائٹ بند ہو جاتی ہے۔ ☆ ہم اتنے ڈرپوک ہو گئے ہیں کہ قسمت کامیابی کے دروازے پر دستک دیتی ہے اور ہم اسے کھولتے تک نہیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری زندگی میں سستی اور کاہلی آگئی ہے اور ہم نے "کل" پر بھروسہ کیا

ہوا ہے۔

ہمارے دشمن

یہ "تسلل"، "ست روی"، "نمل مٹول"، "تاخیر" اور "پھر کبھی" ہمارے دشمن ہیں، ہمارے اور

ہمارے مستقبل کے لیے انتہائی تباہ کن ہیں۔ یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ جو شخص نشہ کرتا ہے وہ معاشرے سے کافی حد تک کٹ جاتا ہے مگر تساہل اور سنت رومی کا شکار فرد معاشرے میں شامل رہ کر معاشرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔

امام عبدالرحمن ابن جوزیؒ (۵۱۱-۵۹۷ھ) نے اپنی کتب منهاج القاصدین میں توبہ کے باب میں تسویف (آئندہ کر لوں گا) کے بارے میں لکھا ہے:

”آئندہ پر ٹالنے والے بالعموم ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جیسی دو چیزوں میں فرق کر جاتے ہیں۔ آئندہ پر ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنا ہو۔ وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکٹھے گا، تو وہ کہے کہ میں ایک سال کے بعد اس کو اکھاڑنے کے لیے آؤں گا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا، مضبوط ہوتا جائے گا اور خود اس کی جتنی عمر گزرتی جائے گی، وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہو جائے گا اور درخت زیادہ طاقتور، تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا۔“

تساہل کیا ہے؟

مزاج اور رویے کے باعث اہم چیزوں کو غیر اہم امور کے مقابلے میں موخر کرنے کے عمل کو ہم تساہل یا ٹال مٹول کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے procrastination استعمال ہوتا ہے۔ ہم بعض اہم کاموں کو اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ انھیں کرنے کا موڈ نہیں ہوتا، بعض اوقات اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ انھیں کرنے کے لیے مناسب وقت اور سکون میسر نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ کرنے کے لیے ابھی کافی وقت اور عمر باقی ہے۔ ہم اللہ کی نعمت ”وقت“ کو رائیگاں کرتے رہتے ہیں۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”جو نئی آنے والے دن کی پو پھنتی ہے تو وہ آواز لگاتا ہے: اے آدم کی اولاد! میں اللہ کی نئی تخلیق ہوں اور تمہارے اعمال کا گواہ، اس لیے مجھ سے جتنا زیادہ زاد راہ لے سکتے ہو لے لو، میں پھر کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مومن کو دو دھڑکے لگے رہتے ہیں، ایک اس کا ماضی جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کے کیا نتائج ظاہر کرے گا اور دوسرا اس کا مستقبل جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کیا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اس لیے آدمی کو اپنی جان کی خاطر اپنی جان کو ”آخرت کی خاطر دنیا کو“ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو کام میں لانا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ٹال مٹول شیطان کا شعار ہے جس کو وہ مسلمانوں کے دلوں میں بٹھاتا ہے۔ امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ عمر کے سانسوں میں سے ہر سانس ایک نفیس جو ہر ہے جس کا معاوضہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

کل

ہماری زندگی میں ”کل“ کا لفظ بھی ایک دھوکا ہے جو انسان کو وقت ضائع کرنے کی شرم اور افسوس سے بچاتا رہتا ہے۔ انسان کی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ”کل“ کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں، اتنی حماقتوں، اتنی وعدہ خلافیوں، اتنی بے جا امیدوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پروائیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لیے جواب دہ ہو۔ کیونکہ اس کی آنے والی ”کل“ یعنی ”فردا“ بھی نہیں آتی۔ وقت ایک دفعہ گزر گیا، مر گیا۔ تو اس کو پڑا رہنے دو۔ اب اس کے ساتھ اور کچھ نہیں کرنا ہے سوائے اس کے کہ اس کی قبر پر آنسو بہاؤ۔ آج کی طرف لوٹ آؤ مگر لوگ اس کی طرف نہیں لوٹتے اور عملاً ”فردا“ کو کبھی ”امروز“ نہیں ہونے دیتے۔

دانٹوں کے رجسٹروں میں ”کل“ کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی جنتیوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے۔ یہ تو محض بچوں کا بہلاؤ ہے کہ فلاں کھلونا تم کو کل دے دیا جائے گا۔ کل کا لفظ تو ایسے لوگوں کے لیے ہے جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ کلامیابی کی شاہراہ پر بے شمار لپانچ سکتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنی تمام عمر ”کل“ کا تعاقب کرتے ہوئے کھو دی اور اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودی۔ ہم اسی دھوکے میں ہاتھ پیر دھرے بیٹھے رہے کہ ”کل“ ہمارے لیے اچھی اچھی نعمتیں اور فائدہ مند اشیائے گامرودہ تو آتا ہی نہیں۔ اسی طرح ”پھر کبھی“ ہے، جو کلام کھل ہو سکتا ہے وہ آج کیوں کریں اور آنے والا ”کل“ خود کام کے لیے سازگار حالات پیدا کرے گا۔ یہ رویہ یقیناً ہم لوگوں کے لیے بحیثیت فرد، بحیثیت قوم اور بحیثیت امت نقصان دہ ہے۔

ہم اہم اور ضروری نوعیت کے کام جن کی تکمیل سے ہمارا ذاتی، معاشی، معاشرتی اور قومی مفاد وابستہ ہے، خواہ مخواہ ملتوی کر لیتے ہیں اور ان کی بجائے ایسے کام کرنے لگتے ہیں جن کی بہت ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ہم اس لیے دوسرے کام کرنے لگتے ہیں کہ اس میں لذت ملتی ہے، طبیعت کے تسلسل کو عذر فراہم ہو جاتا ہے، اور اپنی ذات کو مطمئن کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ مل جاتا ہے۔

لہام ابن جوزیؒ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ اگر صفرا کی زیادتی کا مریض سکنجبین پینے کے بجائے سکنجبین بنانے کی ترکیب سیکھنے میں عمر برباد کر دے تو وہ یقیناً دھوکے میں مبتلا ہے۔ آگے فرمایا: ”خوش قسمت وہ ہے، جو اپنی اہم ضرورت کو حاصل کرے، دوسری کو چھوڑ دے، عمل کی طرف توجہ کرے اور اسی کو مقصود اصل جانے۔“

تسلسل کے اثرات:

تسلسل ایک غیر محسوس بیماری ہے اور خوشبودار نشہ ہے۔ اس سے انسان لذت لیتا ہے۔ یہ انفرولی

مرض بھی ہے، معاشرتی بھی اور قومی بھی۔ اس کے اثرات بھی سخت ہیں۔ ذیل میں اس موضوع کے دو ماہرین جین بی برکا اور لینورا ایم یو آن کی کتاب Procrastination سے ان اثرات کی فہرست دی جا رہی ہے۔

ممکنہ خارجی اثرات:

☆ اعتماد اور عزت میں کمی، ☆ دوستوں اور اہل خاندان کے ساتھ تنازعات، ☆ ساتھیوں اور ہم عصر افراد سے اختلاف و ناراضی، ☆ افسر یا ملا سے اختلاف و ناراضی، ☆ ملازمت کا نقصان یا بے دخلی، ☆ سرکاری جرمے، ☆ مالیاتی نقصان، ☆ حادثات یا جسمانی تکلیف۔

7

ممکنہ داخلی اثرات:

☆ احساس کمتری، ☆ شرمندگی اور پشیمانی، ☆ پریشانی، ☆ یکسوئی کا نہ ہونا، ☆ سرگرمیوں میں شریک نہ ہونا، ☆ خود ملامتی، ☆ اضطراب، ☆ گھٹن، ☆ جسمانی تکلیف یا بیماری، ☆ تمنائی پندی۔

جاگتے کو جگانا ہے

ہم تسال کی اس بیماری کے باعث اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور نہ دنیا بناتے ہیں۔ زندگی میں ناکامی زنجیروں کی طرح پیروں کو جکڑ لیتی ہے اور حسرت اور ملامتیں مستقبل کا سلن بن جاتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ سوتے کو جگانا آسان اور جاگتے کو جگانا مشکل ہے۔ ہم اور آپ جاگ رہے ہیں مگر بستر سے اٹھ نہیں رہے۔ ہمیں جگانا ہے اور مقصد حیات کے حصول کے لیے کام کرنا ہے۔ دنیا میں دو چیزوں کے وقت کا پتا نہیں چلتا ہے۔ ایک تو یہ کہ رات کو نیند کب آئی۔ دوسرے کسی قوم کا زوال کب شروع ہوا۔ یہ اس قوم کو پتا نہیں چلتا البتہ اس کے نقصانات آئندہ نسلوں کو پہنچتے ہیں۔ ہمارے زوال اور انحطاط کی بہت بڑی وجہ یہ تسال اور کالی ہے، نالی ہے، عدم توجہی ہے، مقصد کے شعور کی کمی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ گھر کے معاملات سے لے کر قومی معاملات تک میں الجھاؤ ہے اور منٹوں کے کام مہینوں میں بھی نہیں ہوتے اور ہم خوار ہو کر رہ گئے ہیں۔

اپنی ذات کا جائزہ لیجیے، پھر اپنے گھر کا، پھر اپنے ادارے، معاشرے، بلدیاتی، صوبائی اور وفاقی حکومت کا، ہر سطح پر آپ کو تسال اور سستی رومی کا سامنا ہے۔ یہ قومی بیماری نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ زوال کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بیماری اور نشہ ہیروئین اور الیون سے کچھ کم نہیں ہے۔

انتظار مت کیجیے

ذرا اپنا جائزہ لیجیے کہ ماضی میں آپ کتنا وقت صرف فرصت و فراغت کے، اور حالات کی درستی کے

انتظار میں گزارتے رہے ہیں۔ ایک فرسٹ تو بنائے کہ آج تک آپ کیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور اب تک کیا کچھ حاصل کر چکے ہیں۔ جو حاصل نہیں کر سکے اس کی قابل قبول وجوہات تھیں یا محض اپنی نفس پرستی، سستی، کاہلی اور خوف خدا کی کمی۔ تو پھر آئیے آج ہم اپنے نفس کو غفلت سے پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تھوڑا سخت حساب کتاب کر لیں اور اپنے نفس اور ذہن و جسم کی حرکات و سکنات اور اس کے رجحانات پر کڑی نگاہ رکھیں۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: ”جب بندہ حج کے فریضے سے فارغ ہو جائے تو چاہیے کہ کچھ دیر اپنے دل کو فارغ کرے اور اپنے نفس سے شرائط طے کرے اور کہے: اے نفس! میرے پاس سرمایہ صرف زندگی ہے۔ اگر میرا یہ سرمایہ فنا ہو گیا تو تجارت اور منافع سے مایوسی ہو جائے گی۔ یہ ایک نیا دن ہے جس میں اللہ نے مجھے مہلت دی ہے اور میری موت کو موخر کر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اگر وہ مجھے دنیا سے اٹھالیتا تو میں تنہا کرنا کہ زندگی کی کچھ مہلت اور عطا کر دے تاکہ میں کوئی نیک عمل کر لوں۔ تو اے نفس! یہی سمجھ کہ تو فوت ہو چکا ہے اور پھر تجھے واپس کیا گیا ہے۔ اس دن کو ضائع کرنے سے بچ جا اور جان لے کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہیں اور یوں سمجھ لے کہ بندے کے لیے ہر روز چوبیس گھنٹے ہیں۔ قیامت کے دن یہ گھنٹے کھولی جائیں گی اور اللہ ہر گھنٹے میں کمائی ہوئی نیکیوں کو دیکھے گا۔ اگر یہ نیکیوں کے نور سے بھری ہوں گی تو اسے اتنی خوشی ہوگی کہ اگر وہ دوزخیوں پر تقسیم کی جائے تو حیرانی کی وجہ سے ان کو آگ کی تکلیف کا احساس نہ رہے۔ اگر بد قسمتی سے صورت حال دوسری ہوئی یعنی کوئی شخص نیکیوں کی بجائے برائیوں میں پھنسا رہا، تو نور کی جگہ اندھیرا ہو گا اور تعفن پھیلے گا اور وہ گھنٹہ جس میں اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہوگی، اسے عذاب الیم سے ہمکنار کر دے گا۔ اسے اتنی گھبراہٹ اور ذلت محسوس ہوگی کہ اگر وہ تمام جنتیوں پر تقسیم کر دی جائے تو ان کی نعمتیں مکدر ہو جائیں۔

بے عمل لوگوں کے لیے ایک اور خزانہ کھولا جائے گا جو خالی ہو گا۔ نہ اس میں کوئی خوشی کی بات ہوگی، نہ غمی کی۔ یہ وہ گھنٹہ ہو گا جس میں یہ لوگ سوئے رہے تھے (یعنی وقت ضائع کر رہے تھے) ان میں سے ہر شخص اس کے خالی ہونے پر افسوس کرے گا اور اسے ایسا دکھ ہو گا جیسا کہ اس آدمی کو جو بہت سا منافع حاصل کرنے پر قادر تھا لیکن موقع ضائع کر کے اس سے محروم ہو گیا۔

ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس سے کہے: ”آج کے دن کوشش کر کے ہر نافرمانی کو نیک عمل سے بھر، ایک کو بھی خالی نہ چھوڑ۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے علیین کے درجات ضائع ہو جائیں اور دوسرے ان کو حاصل کر لیں۔“

شذا دین اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عقل مند وہ

آوی ہے جو اپنے نفس کو اپنے تابع رکھے اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور اللہ سے بھلائی کی امید رکھے۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”قیامت کا حساب ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اعمال کا وزن ہونے سے پہلے ان کو تولو اور بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو۔ سورہ حاقہ میں ہے اس دن تم پیش کیے جاؤ گے تم سے کوئی چیز مخفی نہ رہے گی۔ (منہاج القاصدین)

صورتیں اور وجوہات

اپنی زندگی سے سستی اور کلہا کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ تشخیص کریں کہ یہ مرض کن کن صورتوں میں ہمارے معمولات میں داخل ہے۔ جین بی برک اور لینور ایم یو آن کی کتاب میں ان کی ایک فہرست دی گئی ہے۔ یہ فہرست آپ کو اپنی ذات کا جائزہ لینے کا موقع دے گی کہ آپ کن معاملات میں تسلسل کا شکار ہیں اور کن معاملات میں مستعد۔ فہرست درج ذیل ہے:

گھریلو امور

○ چھوٹے چھوٹے کام کاج اور مرمت کے کام۔ ○ مزدور اور مستری کو بلانا۔ ○ خراب اور غیر ضروری سلان کی واپسی۔ ○ گھر کے بونے کام۔ ○ گاڑی کی دیکھ بھال اور مرمت۔ ○ گھریلو ضروریات اور سہولیات کے بلوں کی ادائیگی۔ ○ ساز و سامان کی خرید۔ ○ بیوی بچوں کے ضروری کام کاج کرنا۔

دفتری امور

○ دفتر وقت پر پہنچنا۔ ○ میٹنگ کے لیے وقت کی پابندی سے پہنچنا۔ ○ کاروباری فون باقاعدگی سے کرنا۔ ○ فیصلے کرنا۔ ○ کانفرسی امور بہتر طریقے سے نمٹانا۔ ○ رپورٹس وغیرہ تحریر کرنا۔ ○ افراد کے مسائل پر گفتگو کرنا۔ ○ اچھی کارکردگی پر افراد کی حوصلہ افزائی کرنا۔ ○ تخلیقی خیالات اور تجاویز کو قابل عمل بنانا۔ ○ اپنے گاہکوں کو اپنی خدمات اور تجارت کے بل بھیجنا۔ ○ اپنے لیے تنخواہ میں اضافہ اور ترقی کے لیے بات کرنا۔ ○ اپنے افسر کے ساتھ، معاملات پر گفتگو کے لیے میٹنگ کرنا۔

اپنی ذات کے لیے

○ جسمانی ورزش کرنا۔ ○ وزن کم کرنے کے طریقے اپنانا۔ ○ سگریٹ یا نشہ آور چیزوں کو ترک کرنا۔ ○ طبی مشورے کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کرنا۔ ○ حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کرنا۔ ○ جال بنانا۔ ○ ذاتی دلچسپی کے حوالے سے مطالعہ کرنا۔ ○ مشاغل اور دلچسپی کے امور کو انجام دینے کی کوشش کرنا۔ ○ ذاتی دلچسپی کے معاملے میں مختلف کورسز میں شرکت کرنا۔

سماجی تعلقات

○ دوستوں سے ملاقات کرنا یا فون کرنا۔ ○ خط و کتابت کرنا۔ ○ افراد کو مدعو کرنا۔ ○ رشتے داروں کے ہاں ملاقات کی غرض سے جانا۔ ○ رشتے داروں سے خط و کتابت یا فون پر رابطہ۔ ○ مختلف امور میں ہدیہ تحریک پیش کرنا۔ ○ تحفے اور کارڈز بھیجنا۔ ○ سماجی اور معاشرتی امور کے لیے وقت پر پہنچنا۔ ○ مدد اور استعانت کے لیے درخواست کرنا۔ ○ افراد کو یہ بتانا کہ آپ غصے میں ہیں یا ناراض ہیں۔ ○ غیر مفید تعلقات کو ختم کرنا۔

مالیاتی امور

○ انکم ٹیکس کے گوشوارے تاخیر سے بھرنا۔ ○ آمد و خرچ کا مناسب حساب رکھنا۔ ○ اپنے وسائل کا بجٹ بنانا۔ ○ بچت کی سرمایہ کاری کرنا۔ ○ بینک سے گوشوارے یا دیگر متعلقہ امور کے سلسلے میں رابطہ کرنا۔ ○ مختلف قسم کے بلوں کی ادائیگی۔ ○ مختلف لوگوں کے قرضوں کی واپسی۔ ○ ذاتی قرضہ جات کی واپسی۔ ○ مختلف قرض داروں سے رقم جمع کرنا اور یاد دہانی کرانا۔ ○ ریڈیو، ٹی وی، گاڑی اور متعلقہ واجبات ادا کرنا۔ ○ اپنی چیک بینک کا جائزہ لینا۔

ان کے علاوہ بھی چند امور ایسے ہیں جن کی ہمارے معاشرے کے تناظر میں بڑی اہمیت ہے:

○ معاملات میں اگر غلطی یا زیادتی ہو جائے تو معافی مانگ لینا۔ ○ رشتے داروں کے ساتھ مختلف تنازعات کو نمٹانا۔ ○ دوستوں اور احباب سے ادھار مانگی ہوئی چیزوں کی واپسی۔ ○ حقوق اللہ کے معاملے میں کوتاہیوں کے سلسلے میں معافی اور توجہ۔ ○ افراد سے تعزیت کرنا۔ ○ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔ ○ اپنے معاملات کی سہولت کے لیے دعا کرنا۔ ○ احباب سے کیے گئے وعدے کو ایفا کرنا۔

تساہل کی چند مزید صورتیں

ہماری عمومی زندگی میں تساہل چند مزید صورتوں میں آموچو ہوتا ہے۔ جیسے:

☆ ہمارے عمومی کام اہم کاموں کے آگے آجاتے ہیں اور ہم ترجیحات کے معاملے میں اپنی ضرورت کا خیال نہیں رکھتے۔

☆ قومی ڈسپن کی کمی کے باعث انتہائی اہم کاموں سے فرار کے لیے ہمیں ہزاروں بھانڈے مل جاتے ہیں۔ ہم اپنے فرار اور ناکامی کا بوجھ خارجی وجوہات پر ڈالتے ہیں۔

☆ ہم زندگی کے اپنے مقرر کردہ اہداف تک اپنی اسی قسم کی کوتاہیوں کے باعث نہیں پہنچ سکتے۔ نتیجتاً ہم ذہنی و باؤ کا شکار ہوتے ہیں جس سے ہماری استعداد کار متاثر ہوتی ہے۔

☆ چونکہ ہماری قومی زندگی میں بنیادی فلسفہ، تصور حیات، پالیسی، متعلقہ منصوبہ بندی اور افراد کار کے بہتر استعمال کی صلاحیت کی کمی ہے لہذا قومی مزاج بنگالی اور ایڈباک ازم کا شکار ہو گیا ہے۔ حکومتیں اور ادارے اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اجتماعی قومی نقصان کو نظر انداز کر کے اہم اقدامات کر لیتے ہیں جو ان کے وجود کو تو فوری طور پر برقرار رکھ لیتے ہیں مگر بحیثیت قوم ہم اپنی بنیادوں ہی کو ڈاٹھائیٹ کرتے ہیں۔

☆ ہمارا مزاج یہ ہے کہ جس کام کے لیے کوئی آخری تاریخ ہوتی ہے، ہم اسے آخری تاریخ کو ہی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کئی مواقع ایسے آتے ہیں جن میں اس کام کی نہ صرف منصوبہ بندی بلکہ اصل کارروائی بھی ہو سکتی ہے۔

☆ ہمارا مزاج اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موسم برسات میں جب پانی جمع ہوتا ہے تو ہم پتھر رکھ کر راستہ بناتے ہیں حالانکہ اس معاملے میں انفرادی اور بلدیاتی کوششیں پہلے بھی ہو سکتی ہیں۔

☆ امتحانات کے دنوں میں وقفہ کرنے کے لیے چند گھنٹے تک فلمیں دیکھ لی جاتی ہیں یا دوستوں کی محفل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ وقت چاہے چند منٹ کا ہی کیوں نہ ہو، بہت قیمتی ہے۔ ہم اخبار پڑھنے لگتے ہیں، ناول پر وقت گزار لیتے ہیں۔ اتوار کے دن گھر کے سودا سلف کی ضرورت ہوتی ہے مگر اخبارات کو سودا سلف پر ترجیح دیتے ہیں نتیجتاً گھر کے لیے بچی کچی چیزیں آتی ہیں حالانکہ اخبارات تو سودا سلف کے بعد بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

انگور کھٹے تھے

ہم تسلل کے معاملے میں اپنے آپ کو مندرجہ ذیل عذرات سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ انسان عموماً اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو پھر بھی حق پر سمجھتا ہے۔ ”کام کرنے کے لیے مناسب ساز و سامان نہیں ہے۔ تحریری کام تو عموماً نیلے رنگ کی روشنائی سے کرتے ہیں۔ میرے پاس تو سیاہ رنگ کی تھی اس لیے کام نہیں ہو سکا۔“

”منی بس میں تو جانوروں کی طرح بٹھلتے ہیں جب کہ رکشہ ٹیکسی کی ہڑتال تھی اس لیے کام نہیں ہو سکا۔“

”کلنی دیر سے کام کر رہا ہوں بس اب آرام کی ضرورت ہے۔“

”قوت محرکہ کی ضرورت ہے، اس کے بغیر کام نہیں کر سکتا۔“

”یہ تو ہفتے کے آخری ایام ہیں اب اس ہفتے میں کام کی ابتدا کا کیا فائدہ!“

”پوچھا کیوں بجائے حالانکہ جواب تو ہمیں پتا ہے ”نہ“ ہی میں ہو گا۔“

دو چھوٹے سے واقعات ہیں جن سے تسلل سے گریز کرنے والے ذمے دار افراد کا کردار سامنے آتا ہے۔

○ دفتر میں شام کے اوقات میں اچانک ٹیلی فون کا ایک پیغام تحریر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ وہ صاحب پنل یا قلم ڈھونڈتے رہے۔ نہیں ملی۔ اب وہ پیغام سن کر یادداشت کے ذریعے دوسرے روز کہہ سکتے ہیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ ٹائپسٹ کی میز پر کاربن پڑا ہوا تھا۔ رومی کی ٹوکری سے کلنڈر اٹھایا اور ماہ جس کی تیلی سے کاربن پر تحریر کیا جس کا اثر کلنڈر پر آگیا۔ درحقیقت یہ ذہانت، احساس ذمہ داری اور تسلسل سے گریز کی علامت ہے۔

○ ایک صاحب اپنے نئے فلیٹ میں منتقل ہوئے۔ دوسرے روز صبح سویرے اخبار والے نے دروازے پر دستک دی: ”آپ اخبار لیں گے؟“ ان صاحب نے اخبار والے سے پوچھا: ”آپ کو پتا کیسے چلا کہ ہم رہنے کے لیے آگئے ہیں؟“ جواب دیا: ”آپ کی بالکنی میں کپڑے لٹک رہے تھے۔“ ان صاحب کو اس کے اس احساس کی قدر ہوئی اور اخبارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اخبار والا یہ بھی کر سکتا تھا کہ آج تو پہلا ہی دن ہے ”کل“ پوچھ لیں گے۔ نئے نئے آئے ہیں تمکے ہوئے ہوں گے۔ ایسی صورت میں یقیناً اخبار کا سلسلہ کہیں اور سے شروع ہو جاتا۔

ہمارے یہاں یقیناً اس کردار کی کمی نہیں ہے لیکن ایسا کردار بہت کم ملتا ہے۔ عملی زندگی میں تسلسل سے گریز کی چند مزید صورتیں یہ ہیں:

”ممکن ہے کہ کام کے اچھے نتائج نہ ہوں۔ مگر ذمہ داری دی گئی ہے لہذا پورا کر لیا جائے۔ کل کا انتظار کیوں کروں۔ آج ہی کر لوں۔“

- آج تو بہت تمکا ہوا ہوں۔ بس آدھے گھنٹے تک یہ کام کر کے اچھی نیند کر لوں گا۔
- اوہ! آج تو ٹی وی پر میری پسند کا پروگرام ہے۔ ابھی پندرہ منٹ ہیں۔ پھر پانچ منٹ کے اشتہار۔ چلو ان بیس منٹوں میں یہ چھوٹے چھوٹے کام نمٹا لوں۔
- کام کے لیے ساز و سامان نہیں۔ دیکھیں کسی اور ترکیب سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔
- آج تو ہفتے کا آخری دن ہے۔ اب یہ کام اس ہفتے میں تو نہیں ہوتا۔ چلیں ابتدا تو کر لیں۔

وجوہات

ہم تسلسل کیوں کرتے ہیں۔ ہمارے اجتماعی مزاج میں تسلسل کی وجوہات اور عناصر کے جائزے کی ضرورت ہے۔

- ہمارے عمومی کام جو کہ بعض وجوہات کی بنا پر فوری نوعیت کے ہو جاتے ہیں جن کے باعث ہمارے اہم کام متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں ترجیحات متعین کرنے کا شعور نہیں ہے۔
- تسلسل کی ایک بہت بڑی وجہ ناکامی کا خوف ہے۔ ہم دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونے کے خوف سے

اپنے اہم امور کو ٹالتے ہیں۔ ایسی ہی مثال ہے کہ کسی طالب علم نے یہ سوچ لیا ہو کہ اسے میٹرک کے امتحان میں پہلی پوزیشن لینی ہے۔ بس یہ خوف کہ وہ امتحان کی ایسی تیاری نہیں کر سکا لہذا پہلی پوزیشن نہیں آ سکتی۔ نتیجتاً وہ امتحان ہی نہ دے۔ یہ خوف تو ہمیں تباہ کر دے گا۔ زندگی تو ایک عظیم مقابلہ ہے جس میں کروڑوں افراد ہم سے بہتر ہیں اور ہم کروڑوں افراد سے بہتر ہیں۔ مقابلے سے فرار کیوں اختیار کریں۔ اتنی تو جرات ہونی چاہیے کہ ہم اپنی غلطی کو تسلیم کر لیں۔ کامیاب فرد کو مبارکباد دے دیں۔ پھر اتنا حوصلہ بھی ہونا چاہیے کہ ہم اپنی غلطیوں کا جائزہ لیں اور صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں۔

○ اپنے بارے میں بہت اعلیٰ تصور قائم کر لینا اور کام اس لحاظ سے ملتی کرنا کہ اس تصور سے اس کا تناسب نہیں۔

○ اپنے آپ کو فرشتہ صفت انسان سمجھنا اور غلطیوں سے مبرا محسوس کرنا۔ بغیر غلطیوں کے کام کرنے کا عزم رکھنا۔ اس صورت میں تو پھر آپ کوئی بھی کام نہیں کر سکیں گے۔

○ ہم ہر کام خود کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ناگزیر ہیں۔ جب تک کام خود نہیں کریں گے، کام نہیں ہو گا۔ یہ تصور غلط ہے۔ ہمیں اپنے ماتحت افراد کو تیار کرنا ہو گا۔ ہم اپنے اداروں کے معاملے میں اداروں اور اپنے ساتھیوں کے مقروض ہیں۔ تربیت ہی یہ قرض ادا کر سکتی ہے۔

○ غصہ اور ناراضگی کا اظہار پشیمانی پیدا کرتا ہے۔ پھر ہم احساس ندامت کے باعث کم از کم اس دن اور اس فرد کے لیے کام کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔

○ صلاحیتوں کی کمی بھی تسلل پیدا کرتی ہے۔ اپنی صلاحیتوں اور ادارے کی ضروریات میں توازن ہونا چاہیے۔

○ جب پیسہ اچھا ہو چکا ہے تو اس سے فائدہ اٹھائیے۔ اپنے طور پر اس پیسے کو بنانے کے لیے تحقیق میں وقت صرف مت کیجیے۔ جو کام ہو چکے ہیں انہیں ردمت کیجیے بلکہ بھرپور فائدہ اٹھائیے۔

○ تسلل کی بہت بڑی وجہ جس کا شعور ہو جائے تو ہم اس عادت کا علاج بھی کر سکیں گے۔ وہ زندگی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شعور، وقت ہی کو زندگی سمجھنا اور اس معاملے میں خوف خدا رکھنا اور

آخرت میں جواب دہی کا احساس رکھنا کہ یقیناً ہم سے 'ہمارے وقت کا' ہماری صلاحیتوں کا' ہمارے مال و دولت کا' ہمارے اہل و عیال کا ضرور سوال ہو گا۔ اس احساس کے ساتھ دیکھیے زندگی کتنی آسان ہو جاتی

ہے۔ (جاری)